تحقید

جلد ۰۴ شمارہ ۰۱، ۲۰۲۳

محمد حسن عسکری کے تنقیدی اجتہادات

Muhammad Hassan Askari's Critical Jurisprudence

[1]ڈاکٹر شاہدہ یوسف، [2]محمد فاروق بیگ

[1]ایسوسی ایٹ پروفیسر، [2]لیکچرار، شعبہ اُردو، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، فیصل آباد

Dr Shahida Yusuf[1], Muhammad Farooq Baig[2]
[1]Associate Professor, [2]Lecturer, Dept of Urdu, Riphah International University, Faisalabad

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2023 by the authors.

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT:
Muhammad Hassan Askary has enriched the landscape of Urdu criticism with his unique approach to critical thinking. His mode of criticism contains a diversity of historical, and philosophical depths of world literature, with theological and political insights. Human history and political ideologies keep fascinating him. He views literary movements with analytical wisdom. He discussed chronological distinctions of Greek, Roman medieval, and renaissance and Modern era in Perspective of literary and ideological evolutions. Islamic Sufi sentiment with metaphysical undertones has been dominant in his critical pursuits, cross currents of world literature are constantly present in his criticism, beyond the geographical boundaries. Theological and cultural aspects shaped his thinking into reasoning inspired by the principles of Islam.

KEYWORDS: Muhammad Hassan Askari, Criticism, Jurisprudence, Insaan aur Aadmi, Sitara ya Badban, Jhalkian, Waqt ki Ragni, Modernism

محمد حسن عسکری کی تنقیدی بصیرت ادبی تجربوں کی بازیافت یا شعری و ادبی استحسان تک ہی محدود نہیں رہتی بلکہ ان کی تنقید ہر ادبی فنکار کے زندگی کے بارے میں موقفات کی توجیہ و تجزیہ کے عمل میں بھی برابر مصروف رہتی ہے۔ ادب کی طرح تنقید بھی ان کے لئے ایک روحانی تفتیش کے مصداق ہے مگر یہ روحانی معرکہ اپنے مادی مناسبات و علائق سے بے بہرہ نہیں ہو سکتا۔ ان کے نزدیک کسی ادبی تخلیق کی معنویت محض سماجی اور اخلاقی نظام کی توضیحات میں پوشیدہ نہیں بلکہ انسانی فطرت کا حسن اور انسانی تعلقات کا رچاؤ دریافت کرنے میں ہے۔ اس لئے کہ کوئی ادبی تخلیق انسانی زندگی سے شدید تعلق قائم کئے بغیر عظمت و رفعت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتی۔

ان کے نزدیک ادبی تجربہ انسانی طرز احساس کی ساری مایوسیوں، مجبوریوں اور سماجی اور اخلاقی اقدار کی دستاویز ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک آرٹ اگر موت کا اعلان بھی کرے تب بھی وہ کسی صورت زندگی کی جستجو اور زندگی کے خوابوں سے بے بہرہ نہیں ہو سکتا۔ وہ ادب کی حیات آفرینی کے ساتھ ساتھ ادبی تنقید کی حیات آفرینی کے بھی قائل ہیں۔ وہ ادبی تنقید کی روح کو مارکسی اور جدلیاتی اصطلاحات کی تنگنائے میں مقید نہیں کرنا چاہتے۔ انہوں نے اُردو تنقید کے مروجہ مسلمات میں ضروری ترامیم کیں۔ رائج الوقت ادبی اعتقادات کو محدود اصطلاحات اور محدود تفکر کے کرب سے نکالا اور اسے نئے تخیل اور نئی فکر کی روشنی سے دوچار کیا۔ ان کی تنقید ادب میں نئی اخلاقیات اور نئی صداقتوں کی تلاش سے عبارت ہے۔

"اردو ادب کو جس نقاد کی جستجو تھی وہ اسے بالآخر محمد حسن عسکری کی شکل میں میسر آیا۔ اصل میں اردو تنقید نے مغرب پر کچھ زیادہ ہی بھروسہ کر لیا تھا جیسے ادب کو دیکھنے، جانچنے اور پرکھنے کا طریقہ بس اسے ہی آتا ہے اور بس اسی طریقہ پر اور اس طریقہ سے نکلے ہوئے معیارات پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔ عسکری صاحب نے مغرب کا لوہا بھی کھلے دل سے مانا مگر اردو تنقید کو اس صورت حال سے بھی انہوں نے نکالا۔ ان کے مضامین میں ہم ایسے تنقیدی شعور کو بنتے سنورتے دیکھتے ہیں جو مغرب کی ادبی روایتوں سے بھی سیراب ہوتا نظر آتا ہے اور مشرق کی ادبی روایات اور مشرقی فکر کی آگاہی سے بھی مالا مال ہے گویا یہاں مشرق اور مغرب گھل مل کر ایک نئی تنقید کی بصیرت کو جنم دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہاں سے اردو تنقید کی شکل بدلتی ہوئی دکھائی دیتی ہے کہا جا سکتا ہے کہ اردو تنقید کی تاریخ میں عسکری صاحب ایک موڑ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بعد اب جو نئے نقاد سامنے آئے ہیں وہ مغربی فکر سے بیشک استفادہ کر رہے ہوں مگر فارن ایڈ کے بوجھ سے دبے ہوئے نظر نہیں آتے۔ عسکری صاحب کے مضامین کو ذرا شروع سے آخر تک دیکھئے۔ جھلکیاں اور انسان اور آدمی کے مضامین سے چل کر جدیدیت تک آیئے۔ مشرق سے مغرب تک کا کتنا لمبا ذہنی سفر ہے جو یہاں طے ہوا ہے اور جو اپنے ہر مرحلے میں اردو تنقید کو تخلیقی فکر سے مالا مال کرتا نظر آتا ہے۔" (۱)

محمد حسن عسکری فن کو روحانی بالیدگی کا سرچشمہ سمجھتے ہیں جو انسانی تعلقات و روابط کی بنیادی اور اجتماعی سچائیوں کو فنی حقیقت کا روپ دیتا ہے۔ اس فنی حقیقت کو وہ زر پرستانہ اقدار کے ہاتھوں تہہ تیغ ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔ ان کے نزدیک نئے فنکاروں کے یہاں نئی ہیئتوں کی تلاش دراصل زندگی میں نئی معنویت کی تلاش کے مصداق ہے اور نئی معنویت کی تلاش اخلاقی تصورات کی عدم موجودگی میں ناممکن ہے۔ اخلاقی نظام اقدار کے بغیر نئی نفسیات بھی انسانی زندگی کے مفاہیم متعین کرنے سے قاصر رہے گی۔

محمد حسن عسکری نے قدیم و جدید ادب کو کسی دوسرے کی مداخلت کے بغیر براہ راست اپنے تنقیدی وجدان کا حصہ بنایا۔ انگلستان اور فرانس کے پچھلی ڈیڑھ صدی کے ادب سے گہری شناسائی پیدا کی اور ان میں پوشیدہ صداقتوں کو عصری اور تاریخی تناظر میں سمجھنے کی مساعی کی۔

ان کی سب سے پہلے معرض اشاعت میں آنے والی تصنیف "انسان اور آدمی" کا ایک کلیدی مضمون جس کا عنوان بھی "انسان اور آدمی" ہے جو ان کی تنقیدی فکر کے ارتقاء میں مستقل ان کی جذباتی اور ذہنی توجہ کا مرکز ہے اس لئے کہ انسان کے مروجہ تصورات سیاسی نظریوں کو ہی متاثر نہیں کرتے بلکہ سیاسی نظریوں کا یہ فریب ادبی محرکات اور موقفات پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ لا محدود اور لازوال مسرتوں کا متلاشی یہ نظریاتی انسان لمحات نشاط کی ناپائیداری اور محرومیوں کی افراط میں گھر کر ان خود ساختہ اور پر فریب تصورات کے کھوکھلے پن کی آگہی سے دوچار ہوتا ہے۔

محمد حسن عسکری انسان اور آدمی کے فرق کو اس لئے باور کرانا چاہتے ہیں کہ انسان کے مجرد تصورات جب زندگی کے ٹھوس حقائق سے ٹکراتے ہیں تو زندگی یا تو محض تخیلی لذت اندوزی بن جاتی ہے یا ایک اندوہ گیں نغمہ اور اس طرح زندگی کا منطقی ارتقاء بیزاری اکتاہٹ اور انقطاع و تعطل کا شکار ہو جاتا ہے۔ روسو کے تصور انسان کی افسانوی حقیقت مسخ شدہ شکل میں ہی سہی۔ ادیبوں اور شعرا کے جذباتی رویوں کی ایک کلیدی علامت بن کر رہی گئی۔ انسان کا یہ تصور محمد حسن عسکری کے نزدیک بجائے خود انسانیت کو برباد کر دینے کے لئے کافی ہے۔ ان کے نزدیک داخلی زندگی کی توانا اقدار متعین کئے بغیر ادب کو مریضانہ عناصر سے نجات نہیں دلائی جا سکتی۔ محمد حسن عسکری کی تنقیدی فکر میں انسان اور آدمی کے بارے میں مروجہ تصورات کی روشنی میں ان کے رد عمل کو سمجھنے کے لئے ان کے مذکورہ مضمون کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے۔

> "ذاتی طور پر میں انسان پرستی سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ انسان کے ایک مجرد و مطلق تصور پر ایمان لانے کے بعد آدمی بے رحم ہو جاتا ہے انفرادی معاملات میں بھی اور اجتماعی معاملات میں بھی بلکہ اجتماعی معاملات میں زیادہ۔ کیونکہ اجتماعی فائدے کے لئے حرام چیز کو بھی حلال کر دینے کا میلان ہر آدمی میں ہوتا ہے۔ انسان پرستی سنگدلی کیسے بن جاتی ہے: اسے چیخوف نے ایک کہانی میں بڑی اچھی طرح سمجھایا ہے۔ ایک دائی کو کسی وکیل کے یہاں بلایا جاتا ہے وہ وہاں جا کے دیکھتی ہے کہ وکیل بڑا دیانتدار، بڑا شریف اور بااصول ہے مگر پھر بھی اس کے بیوی بچے اس سے نفرت کرتے ہیں۔ بات یہ تھی کہ وکیل کے ذہن میں انسان کے متعلق چند تصورات تھے کہ اسے فلاں فلاں اصولوں کی پیروی کرنی چاہیے۔ چنانچہ اسے بس وہ اصول ہی یاد رہ گئے تھے اور گوشت پوست کے آدمیوں کو وہ بالکل ہی بھول گیا تھا۔"(۲)

محمد حسن عسکری کے نزدیک اگر انسان کی صفات پہلے سے ہی مقرر ہوں تو اس کے اندر لطیف، وسیع اور گہرے اور انوکھے تجربات کی صلاحیت اور خواہش باقی نہیں رہتی اسی لئے انسان اور انسانیت کے مروجہ تصورات اور Predetermined Dogmas سے بڑا اور اعلیٰ و ارفع ادب پیدا نہیں ہو سکتا۔

محمد حسن عسکری کو ادب میں انسانی تخیل کی کرامتوں پر ناز ہے جو حقیقت کو بڑے انوکھے انداز میں زندہ کرتا ہے۔ ان کا تنقیدی وجدان ادب کی براہ راست اثر انگیزی پر یقین رکھتا ہے۔ سیاسی مصلحت اندیشیوں کے آئینے میں ادب کو جانچنا ان کا مسلک نہیں۔ وہ ادبی

تخلیقات میں جمالیاتی تسکین کے ساتھ ساتھ ایک جاں گداز ابدی تجسس اور ایک کائنات گیر تحیر و استفسار کو بھی ادب کی علویت اور ارتفاع کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ ادب جب تک معمولی قسم کی لطف اندوزی اور سرور سے اوپر اُٹھ کر اخلاقی مسائل کا احصاء نہیں کرتا اس وقت تک وہ قد آور نہیں ہو سکتا۔ محمد حسن عسکری فن برائے فن کے نظریے کی منطقی توجیہہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”فنکار کی دنیا میں اس کی جمالیاتی حس یا اعصابی تجربہ وہ آخری چیز رہ گئی تھی جس پر اسے یقین آسکے گو تھوڑے ہی دنوں بعد اسے اس چیز پر بھی شک ہونے لگا۔ اپنے آپ سے خلوص برتنے اور آلائشوں سے پاک رہنے کی لگن تھی جس نے فن برائے فن کے عقیدے کو جنم دیا۔ فنکار زندگی سے یا اخلاقی مسائل سے بھاگ نہیں رہا تھا البتہ اسے دوسروں کے پیش کردہ حل قبول نہیں تھے۔ فن برائے فن کا نظریہ پناہ گاہ نہیں تھا بلکہ میدان کارزار۔ فنی حس کے علاوہ تمام اقدار کو رد کرکے فنکار زبردستی اوکھلی میں اپنا سر دے رہا تھا۔“(۳)

محمد حسن عسکری کو یقین ہے کہ انسانی زندگی کی بنیادی حقیقتوں کو سیاسی اور معاشی نظریہ سازوں کی مروجہ اور مقررہ ہدایات کی مدد کے بغیر بھی تلاش کیا جا سکتا ہے اس لئے کہ فنکار کا انفرادی وجود براہ راست زندگی کے عمل و تعامل کا پیمانہ اور ہتھیار ہے لہذا فنی حقیقتیں ایک فرد واحد کا ذاتی تجربہ نہیں ہوتیں بلکہ معاشرے کے اجتماعی طرز احساس کی تفہیم کا وسیلہ بھی ہوتی ہیں۔

محمد حسن عسکری کا تنقیدی وژن انسانی فکر کی تاریخ کے بہت سے رویوں اور بہت سی تحاریک کے ادب پر اثرات کے مباحث اور جائزے سے عبارت ہے۔ ان کی تنقیدی تصنیف ”انسان اور آدمی“ میں ہی ان کا ایک اہم مضمون ”مارکسیت اور ادبی منصوبہ بندی“ ہے۔ مارکسیت نے انسانی زندگی اور انسانی فکر کو جس طرح متاثر کیا اور ادبی نظریہ سازوں نے ادبی اقدار کے تعین میں جس طرح مارکسیت سے اثر قبول کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں لیکن ان نظریوں کی سلامتی اور بقا کے لئے جس طرح حیاتیاتی اور جذباتی سچائیوں کو بھینٹ چڑھایا گیا۔ اور زندگی کی ہر اس تفسیر سے اخفا اور چشم پوشی برتی گئی بلکہ اسے یک قلم مسترد کیا گیا جو مارکسی اقدار کے نظام کے تابع نہیں تھی۔ زندگی کو محض ایک معاشی اور عمرانی سچائی کے طور پر دیکھا جانے لگا۔ تصورات اور اعتقادات کے اس نظام میں جذباتی اور روحانی مسائل کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی گئی۔ اس صورت حال پر مذکورہ مضمون ایک پر تفکر احتجاج کا حامل ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے مشہور روسی ادیب گورکی کے ادبی مؤقفات کا جائزہ گورکی کے اپنے مضمون کی وساطت سے لیا ہے اور اس کے بہت سے ادبی مؤقفات کے کھوکھلے پن کی قلعی کھولی ہے۔ مارکسی نظریہ سازوں کے مطلق و مجرو اخلاقی تصورات اور مارکسیوں کے انسانی معاملات میں ”وحدہ لاشریک“ رہنے کی خواہش اور نظریاتی اور معاشی ہمہ اوست بننے کے شوق پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> ”مارکسیت ابھی تک اس کج فہمی میں مبتلا ہے کہ ”خارجی افعال اور مظاہر بذات خود اہم ہوتے ہیں۔ اس غیر تنقیدی رویے کا نتیجہ یہ ہے کہ روس کی کمیونسٹ تہذیب میں ایسے عناصر پیدا ہو چلے ہیں جو قبائلی تہذیب کی خصوصیات میں سے ہیں۔ روس کی مادی تہذیب کے کارنامے جتنے شاندار ہیں ان کے مقابلے میں روحانی کارناموں کی حیثیت بہت معمولی ہے۔“(۴)

محمد حسن عسکری کا تنقیدی شعور اور ذہنی و فکری سفر انسانی معاملات کے بالتفصیل مباحث سے عبارت ہے۔ انسان اور آدمی کے دیگر مضامین کی تفصیل ان کے ذہنی افق کی وسعتوں اور ان کی فکری عمق کو ظاہر کرتی ہے ان کے ان فکر انگیز مقالات میں ہیئت یا نیرنگ نظر، انسان اور آدمی، فن برائے فن، مارکسیت اور ادبی منصوبہ بندی، ادب و انقلاب، ہمارا ادبی شعور اور مسلمان، فسادات اور ہمارا ادب، منٹو فسادات پر، غلام عباس کے افسانے، میر اور نئی غزل نمبر ا، میر اور نئی غزل نمبر ۲، حالی کی مناجات بیوہ، اردو شاعری میں فراق کی آواز، اسلامی فن تعمیر کی روح، ان کے تفکر کے دوائر اور سمتوں کا سراغ دیتے ہیں۔

میر تقی میر پر ان کے تنقیدی محاکے قاری کو میر کے بارے میں نئی حقیقتوں کے کشف سے دوچار کرتے ہیں۔ دیکھئے۔ "غرض اعلیٰ ترین زندگی اور عامیانہ ترین زندگی میں جو خلیج ہے۔" میر نے اپنی شاعری میں اسے پاٹنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے یہاں نہ تو عام آدمی اتنا بے حس ہے کہ عاشق سے دشمنی یا مغائرت برتے اور نہ عاشق اتنا تن جلا اور حال مست ہے کہ کسی کو خاطر ہی میں نہ لائے۔ ان کے یہاں عام آدمی اور عاشق الگ الگ مخلوق نہیں ہیں۔ زندگی عام آدمی کی سطح سے آہستہ آہستہ بلند ہو کر لطافت، معصومیت، شدت، گہرائی اور گیرائی کی اس سطح تک پہنچتی ہے جس سے عاشق مراد ہے۔ ایک دم چھلانگ نہیں مارتی۔ ان دونوں کیفیتوں کے درمیان خلا نہیں ہے۔ ایک زینہ ہے اعلیٰ ترین سطح پر پہنچنے کے لئے غالب کے نزدیک انسانی تعلقات کو ترک کرنا ضروری ہے۔ میر کے نزدیک ان تعلقات کو چھوڑنا تو الگ رہا۔ اعلیٰ ترین سطح پر پہنچ کر بھی ان سے الگ نہیں رہا جا سکتا۔ میر کے عشق میں بہت سا درد، نرمی، گھلاوٹ، ہمہ گیری انہیں انسانی تعلقات کے طفیل آتی ہے۔(۵)

میر تقی میر اور فراق اردو ادب میں ان کے مرغوب و محبوب موضوعات ہیں۔ اس لئے کہ ان دونوں شعرا کے یہاں عشق اور انسانی معاملات کے جو اسالیب نظر آتے ہیں وہ حسن عسکری کے ذہنی اور جذباتی نظام کیمیا کے لئے ایک خاص اپیل رکھتے ہیں۔ انہیں فراق کے عشق میں ایک ایسی تازگی اور نیا پن نظر آتا ہے جو وقتی لگن اور طلب سے ماورا ایک ایسی بھرپور کیفیت اور ایسے جذبہ و اشتیاق سے عبارت ہے جسے زندگی کا ماحصل کہنا چاہیے اور زندگی کے گہرے عرفان سے تعبیر کرنا چاہیے۔

ان کی دوسری تصنیف "ستارہ یا بادبان" جس کا نام ایک فرنچ نظم سے ماخوذ ہے۔ محمد حسن عسکری کے تنقیدی وجدان پر فرانسیسی ادب کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ کسی بھی ادبی مسئلے کی واگذاشت میں فرانسیسی مفکرین اور ادیبوں کے حوالے ان کے یہاں قدم قدم پر ملتے ہیں۔ "ستارہ یا بادبان" میں ادبی مسائل پر ان کے فکر انگیز مضامین کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ "ستارہ یا بادبان" استعارے کا خوف، ادب یا علاج الغربا، فنی تخلیق اور درد، ادب اور جذبات، داخلیت پسندی، نفسیات اور تنقید، تنقید کا فریضہ، پیروی مغرب کا انجام، قحط افعال، پھر موجودہ اردو ادب کی رفتار، رجحانات، ادبی تجربے کے اجزائے ترکیبی پر بڑی خیال انگیز بحثیں کی ہیں۔ ان مباحث میں محمد حسن عسکری کا تفکر ان عناوین کے تحت ظاہر ہوا ہے۔

محاورہ کا مسئلہ، کچھ اردو نثر کے بارے میں گر ترجمے سے فائدہ اخفائے حال ہے۔ اسالیب نثر اور ہمارے ادیب، اردو میں طنز کے

اسالیب، چھوٹی بحر، ہمارے ہاں ڈرامہ کیوں نہیں۔ ستارہ یا بادبان میں کچھ شعرا کے بارے میں تجزیاتی مطالعے بھی ہیں جنہیں ادبی تنقید میں کلاسیک کا مقام ملنا چاہیے۔ محمد حسن عسکری نے ان مطالعات میں حالی، جرات، فراق اور محسن کو ان کے بارے میں مروجہ آراء اور تنقیدات سے قطع نظر اپنے شعری و فکری مؤقفات کی روشنی میں نئے سرے سے پرکھا ہے۔ جرات کی شاعری پر محمد حسن عسکری کے مضمون بعنوان "مزیدار شاعر" کو جرات کے فن پر حرف آخر کہا جا سکتا ہے۔

محمد حسن عسکری کے نزدیک جرات حسن کے احساس سے زیادہ اپنے عاشقانہ جذبات سے الجھتے ہیں۔ ان کے یہاں محبوب کی تلاش نہیں بلکہ مقررہ جسمانی خصوصیات کی طلب ہے۔ جرات کے شعری رویوں کا تجزیہ حسن عسکری کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے۔

> "ان کے یہاں تفکر کی بجائے ایک چٹخارہ ہے بلکہ ہونٹ چاٹنے کا انداز جہاں انہیں اپنی مطلوبہ اشیاء نظر آئیں اور انہوں نے ان پر ہاتھ مار کر داد دی۔ جرات کے عشق میں جسمانی تسکین کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ بھی نہ سہی تو کسی نہ کسی قسم کے خارجی تعلقات اور خارجی تحریکات کے بغیر اس عشق میں آسودگی نہیں ملتی کیونکہ یہ عشق روح کی پکار سے زیادہ جسم کی پکار ہے۔"(۶)

جرات کے نزدیک عشق "مٹنے" کا نام نہیں "جی لوٹنے" کا عمل ہے۔ جرات کے بارے میں محمد حسن عسکری کا یہ تجزیہ دراصل شاعر کی شعری وارداتوں کے بطون میں اترنے کا عمل ہے۔

ستارہ یا بادبان میں ان کا ایک اور مضمون "استعارے کا خوف" تخلیقی عمل میں استعارے کی معنویت کو ایک نئے تناظر میں دیکھتا اور اردو تنقید میں استعارے کے مروجہ تصورات کو غیر یقینی اقدار کی دھند سے نکالتا ہے۔ استعارہ حسن عسکری کے نزدیک انسانی نسلوں کے شعوری اور لاشعوری طرز احساس اور جذبے اور فکر کی انفرادی اور اجتماعی شکلوں کو ایک معنی خیز وحدت کی تشکیل میں استعمال کرتا ہے۔ استعارہ ان کے نزدیک انسان اور کائنات کے باہمی ارتباط سے بھولے ہوئے تجربوں کو زندہ کرنے کا عمل ہے۔ مذکورہ مضمون میں محمد حسن عسکری کہتے ہیں:

> "استعارے کے استعمال کا مطلب ہی یہ ہے کہ آدمی میں خود پرستی کی کال کوٹھری سے نکل کر کائنات کی طرف دیکھنے کی ہمت پیدا ہوئی۔ اس لئے میں تو کہوں گا کہ استعارہ وہی استعمال کر سکتا ہے جو سچا عشق کر سکتا ہے۔ اگر آپ کو ثبوت چاہیے تو شیکسپیر کا "رومیو اینڈ جیولٹ" پڑھئے۔ رومیو کے جیولٹ پر عاشق ہوتے ہی دنیا کی ہر بھونڈی سے بھونڈی چیز اس کے لئے محبت کا استعارہ بن جاتی ہے۔ عشق ہوتے ہی اسکی خود پرستی اس طرح ختم ہوئی کہ وہ کائنات کی حقیر سے حقیر چیز کو گلے لگانے لگا۔ رومیو کے دل و دماغ میں کائنات گیر محبت اور استعارے دونوں ایک ساتھ سیلاب کی طرح آئے۔"(۷)

ستارہ یا بادبان میں ہی ان کا ایک اور مضمون "ادب اور جذبات" ان کے تنقیدی وژن کی ذکاوت کا گہرا نقش مرتب کرتا ہے ان کے نزدیک جذبے کی ارتفاع یافتہ صورت کی نمود ادبی تجربے میں اسی وقت ممکن جب وہ جذباتی بخار میں مبتلا ہونے کی بجائے جذبات کی

تہذیب کرنا سیکھ لے اور تخریبی اور متناقص جذبوں کی قلب ماہیت کر دے۔ ان کے نزدیک عظیم فنکار کی شکست اسے شکست خوردہ نہیں بناتی بلکہ تخلیقی سطح پر نئی صداقتوں کے یاوا کرتی ہے۔ ناکامیاں اس کے لئے جذبات کی نئی اقالیم کی واگذاشت کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ لیکن ایک اوسط درجے کا شاعر ناکامی اور کامرانی کو تخلیقی سطح پر برتنے کے ہنر سے محروم ہوتا ہے۔ واقعات کو شعری تجربہ بنانا اور ان پر داخلی اور جذباتی کوائف کا اضافہ کرنا ہر ایک کے بس میں نہیں ہوتا۔ جس طرح لمحاتی خوشی کو کیفیت نشاط میں بدلنا اور وقتی رنج کو درد بنانے کی صلاحیت ہر کس و ناکس میں نہیں ہوتی اس لئے کہ دل والا اور اہل دل ہونے میں بڑا فرق ہے۔ اسی طرح کچھ شعرا کا عشق بھی معاشقے کی سطح سے اوپر اٹھنے کا سلیقہ نہیں رکھتا اور ان کی شاعری خوش باشی کی حدود سے آگے نہیں بڑھ پاتی۔ اپنی تیسری تنقیدی تصنیف ”وقت کی راگنی“ میں وہ عہد حاضر کے ادب پر اثر انداز ہونے والے ادبی رویوں، رجحانات، تحاریک، تحقیقی و تنقیدی اسالیب کو اپنے تجزیاتی وجدان کی روشنی میں پرکھتے ہیں۔ وقت کی راگنی جن قابل قدر مقالات پر مشتمل ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

مشرق اور مغرب کی آویزش اردو ادب میں، ادب میں صفات کا استعمال، ایک تجرید سے دوسری تجرید تک، مغربی ادب کی آخری منزل، ابنِ عربی اور کیر کے گور، جدید عورت کی پرنانی، بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے، روایت کیا ہے، اردو ادب کی روایت کیا ہے، اردو ادب کی روایت، چند تصریحات، مغرب میں مسلمانوں کے تبلیغی وفود، وقت کی راگنی، اکبر الہ آبادی، میرا جی، احمد علی کا ایک ناول، ایسی بلندی ایسی پستی۔

وقت کی راگنی میں ادب میں روایت کے تصور پر ان کے تین فکر انگیز مقالات ہیں۔ پہلا مقالہ روایت کیا ہے، دوسرا اردو ادب کی روایت، اور تیسرا اردو ادب کی روایت چند تصریحات، ان مقالات میں محمد حسن عسکری نے عالمی ادب اور اردو ادب میں روایت کے ہر مروجہ تصور پر بحث کی ہے۔ انہیں ٹی ایس ایلیٹ سے زیادہ رینے گینوں کے تصور روایت سے اتفاق ہے جو روایتی ادب اور روایتی فنون کی نشوونما کے لئے روایتی معاشرے کو بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ رینے گینوں کے نزدیک روایتی معاشرہ وہ ہے جس کی اساس مابعد الطبعیات پر ہو۔ کیونکہ یہ مابعد الطبعیات ادب کا تعلق خدا کائنات اور انسان کے باہمی رشتے سے قائم کرتی ہے۔ شاعری اور ادب بھی دراصل تعینات کے دو پہلوؤں انفس اور آفاق کے کوائف کا بیان ہے۔ شاعری میں اور ادب میں عظمت و ترفع اس وقت پیدا ہوتا ہے جب انفس کے معاملات کو آفاق پر تفوق حاصل ہو اس لئے کہ آفاق جسم ہے اور انفس اس کی روح اور جان کے مصداق ہے۔

محمد حسن عسکری کے نزدیک روایت کا یقینی مفہوم اور ادب کی قدر و قیمت کا ایک قابل قدر معیار اور پیمانہ ہمیں ان تصورات سے حاصل ہوتا ہے۔ روایت کے بارے میں ٹی ایس ایلیٹ کے کلیدی افکار کا اظہار ان کے ۱۹۱۹ء میں لکھے گئے۔

ایک مضمون "Tradition and the individual talent" میں کچھ اس طرح ہوا۔

> The emotion of art is impersonal. And the poet cannot reach this impersonality without surrendering himself wholly to the work to be done. And he is not likely to know what is to be done unless he lives in what is not merely the present, but the present moment of

the past, unless he is conscious, not of what is dead, but of what is already living. (8)

ٹی ایس ایلیٹ کے نزدیک روایت کی آگہی اور معرفت ادبی تخلیق میں مفاہیم معانی کی بہت سی اضافی سطحیں پیدا کرتی ہے لیکن محمد حسن عسکری کا خیال ہے کہ روایت کسی قابل قدر عقیدے کے تابع ہوئے بغیر ادب میں اپنا منصب صحیح طرح ادا نہیں کر سکتی۔ اور رومن کیتھولک ایلیٹ اپنی تمام تر مذہبیت کے باوجود عقیدے کے اس تصور سے آگاہ نہیں جو تصینات و موجودات کی معرفت کا وسیلہ ہی نہیں۔ عمومی معرفت و آگہی کا ذریعہ بھی ہے لیکن محمد حسن عسکری کے نزدیک ایلیٹ روایت کے مفہوم کو بسا اوقات عادت کے مفہوم کی سطح پر لے آتے ہیں۔ محمد حسن عسکری کہتے ہیں:

"اسلامی روایات کے دائرے میں جو شاعری ہو گی اس کا آخری مقصد تو حقیقت عظمیٰ کی طرف اشارہ کرنا ہو گا۔ البتہ حقیقت کی طرف چلنے میں جو منزلیں درمیان میں آئیں گی۔ ان کا بیان بھی شاعری کو کرنا پڑے گا۔ یہ منزلیں چار عوامل ہیں۔ ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت، جو بڑے شاعر ہوں گے وہ چاروں منزلوں سے گزریں گے جو چھوٹے شاعر ہوں گے وہ بیچ کی کسی منزل تک پہنچ کے رہ جائیں گے۔"(9)

محمد حسن عسکری کو اس بات کا احساس ہے کہ جدید یورپی اذہان کی دینی روایات سے بیگانگی نے انہیں ازمنہ وسطیٰ کے ادب اور فلسفے کی روح سے بیگانہ کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ چوسر اور شیکسپئر کی ادبی معروضات سے پیدا ہونے والے مسائل کا کوئی حل جدید یورپی نقاد بہ ایں ہمہ عقل و فراست فراہم نہیں سکے۔ مغرب کی فکری اور ادبی روایت کی تفہیم میں ادب میں استعمال ہونے والے علائم و رموز کی روح تک پہنچنا بھی انکے خیال میں بہت ضروری ہے۔ اسلئے کہ مغرب کے روایتی ادب میں تہذیبی اور مذہبی علائم ایک باطنی معنویت کے حامل ہیں۔ ویدانت اور اسلام کی متصوفانہ روایات بھی اس کی تفہیم میں مدد دے سکتی ہیں۔ اس لئے کہ ازمنہ وسطیٰ کی یورپی فکر اسلام اور ویدانت کے اثرات سے خالی نہیں ہے۔

ان کی کتاب "وقت کی راگنی" میں ہی ان کا ایک مقالہ "ابن عربی اور کیر کے گور" ان کی تنقیدی فکر کے تبحر اور گہرائی کو ظاہر کرتا ہے اس میں ابن عربی کی حکمت قدیم کے ژرف اور عمق کو اپنے فلسفیانہ تدبر اور تجزیاتی تفکر سے محمد حسن عسکری نے جس طرح واضح کیا ہے وہ ان کی تنقیدی فکر کے نقطہ کمال کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کے اس تقابلی مطالعے کی اساس مشرق و مغرب کے ادب و فکر پر اثر انداز ہونے والی دو کتابیں "فصوص الحکم" (جو مسلمانوں کے شیخ اکبر ابن عربی کی تصنیف ہے) اور دوسری کیر کے گور کی تصنیف "خوف اور لرزہ" ہیں۔

کیر کے گور کو مغربی فلسفہ اور مذہبیات کا امام عظم سمجھا جاتا ہے۔ محمد حسن عسکری نے فصوص الحکم کے وہ تین ابواب جو حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے متعلق ہیں، اپنے موقف اور فکر کو مرکزی اساس بنانے کے لئے منتخب کئے ہیں۔ یہ قصہ محمد حسن عسکری کے نزدیک مربوط فکر کا حصہ ہے جس کی اساس قرآن و حدیث ہیں۔ یہ ایک ایسے کل کے اجزا ہیں جن کو سمجھنے میں

ابن عربی کی پوری زندگی صرف ہوئی۔ جب کہ کیر کے گور نے اپنی کتاب خوف اور لرزہ میں ان مذہبی واقعات کو اپنی ذاتی اور جذباتی الجھنوں کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ یہ کتاب جو مغرب کی اعلیٰ ترین فکر اور فلسفے کے اساسی خطوط کی تشکیل پر اثر انداز ہوئی ہے ایک جذباتی طوفان کے نتیجے میں پیدا ہوئی۔

اس مضمون میں محمد حسن عسکری نے مشرق و مغرب کے ان آئمہ فکر کے مؤقفات میں باطنی و خارجی معنویت اور ان کے دائرۂ تفتیش و تحقیق اور فکری اور روحانی ترجیحات کو جس طرح متصوفانہ اور فلسفیانہ اصطلاحات میں بیان کیا ہے اس سے ان کی حس انتقاد کی فلسفیانہ گہرائی اور تجزیاتی تفکر کے درجہ کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے تنقیدی وژن کی گہرائی ملاحظہ ہو۔

> "ابن عربی اول تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں انسانی نقطہ نظر سے غور ہی نہیں کرتے کیونکہ اخلاقیات کا تعلق عمل اور جذبے سے ہے جو عالم نفس کی چیزیں ہیں اور ابن عربی کا موضوع ہے۔ مابعد الطبعیات، لیکن اگر ہم اس قصے پر اخلاقی لحاظ سے غور کریں تو بھی یہاں کوئی تضاد پیدا نہیں ہو گا۔ کیونکہ ابن عربی کے لئے اخلاقیات وہ چیز نہیں جو کیر کے گور نے اور پورے مغرب نے اسے سمجھا ہے۔"(10)

انہوں نے ان مباحث کو اعیان ثابتہ حقائق کونیہ دائرہ وجود کے قوسین نزولی وصعودی، اضطراب، بیم وترس اور حجاب وظہور کی اصطلاحات کے عالمانہ پیرائے میں سمجھایا ہے۔ محمد حسن عسکری کی فکری تاریخ اور ان کے تنقیدی مقالات کی تفصیل بہت طویل ہے۔ جھلکیاں کے عنوان کے تحت انہوں نے کم و بیش چھپتیں مقالات لکھے اور اردو کی ادبی تنقید میں انوکھے فکری رویوں اور نئی تنقیدی جہات وابعاد اور نئے رموز ونکات کو متعارف کروایا۔ جھلکیاں کے عنوان کے تحت لکھے جانے والے مضامین کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ادب و فن میں فحش کا مسئلہ، جدید انگریزی شعرا، جدید شاعری نمبر ا، جدید شاعری نمبر ۲، کچے پکے افسانے، ادب میں اخلاقی مطابقت نمبر ا، ادب میں اخلاقی مطابقت نمبر ۲، غیر زبان کی تعلیم انگریزی زبان نصاب تعلیم، ناول اور افسانہ، فراق صاحب کی تنقید، اشرف صبوحی اور ان کی نثر، ادب اور نئی دنیا، موجودہ انگریزی ادب، اکبر الہٰ آبادی، تحسین ناشناس، جزئیات نگاری، معروضیت جنگ عظیم دوم کے بعد برطانوی ادب، ادب اور حقیقت دو تبصرے، فراق صاحب، جیمز جوائس کا طرز تحریر، ہمارے ہاں مزاح کیوں نہیں، پاکستان، فرانس کے ادبی حلقوں کی دو بحثیں، فراق صاحب کی دو نظمیں، نیا افسانہ اور سماجی ذمہ داریاں، ہندوستانی ادب کی پرکھ، بودلیر، یورپ کے چند نئے ذہنی رجحانات، ژید کے روزنامے کا ایک ورق، مسلمان ادیب اور مسلمان قوم، پاکستانی ادب وغیرہ۔

اس حصے کے مضامین کے مباحث فکری اور تنقیدی اعتبار سے بے حد عالمانہ ہیں۔ محمد حسن عسکری کے نزدیک آرٹ اور ادبی تنقید کا موضوع وہ تمام چیزیں بن سکتی ہیں جو اپنی ظاہری ہیئت میں بظاہر کریہہ المنظر ہیں۔ آرٹ اشیاء کی قلب ماہیت کر دیتا ہے۔ اس لئے آرٹ میں اس ان کا برمحل استعمال ان میں تخلیقی حسن پیدا کر دیتا ہے۔ عالمی ادب اور فکری تحاریک کا ایک گہرا اثر ان کے نزدیک اس لئے ضروری ہے کہ بعض علائم شعری تجربے میں ملکی اور قومی روایت کی ایسی پابندی کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں کہ ان روایتوں کی پابندی

کے بغیر ادبی تجربے کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ روایتی علامتوں میں بھی بسا اوقات شخصی جذبے اور طرز احساس کی شمولیت بسا اوقات ایسی اشاریت اور رمزیت پیدا کر دیتی ہے۔ جو شاعرانہ جذبے کے مفاہیم کو نئے تناظر میں متعین کرتی ہے۔ انسان کے فکری وجود کی توسیع محمد حسن عسکری کے نزدیک زندگی اور اس کے متعلقات کو پوری کائنات کے پس منظر میں سمجھنے ہی میں پنہاں ہے۔ موجودات کی معنویت اس پر عملیت اور افادیت کے محدود حصار سے ہی نکل کر اجاگر ہو گی۔

جھلکیاں میں ہی ان کے دو مضامین ادب اور اخلاق میں مطابقت کے موضوع پر ہیں۔ ادب میں اخلاقی اقدار کا سوال ان کے لئے بھی اور نقادوں کی طرح اہم ہے لیکن ان کے نزدیک اخلاقیات کے دائرے میں مزدوروں کا جلسہ کرانا یا پتھر ڈھونا ہی نہیں آتا۔ بلکہ کسی چیز کے متعلق انسان کا رویہ بھی اخلاقی یا غیر اخلاقی ہو سکتا ہے۔ انسان اور انسانیت کے نام پر سیاسی اچھل کود دیرپا اور گہرے شاعرانہ تخیل کی حریف نہیں ہو سکتی۔ ان کے نزدیک زندگی ایک ایسا بار امانت ہے جس میں ابتذال پسندانہ بیچارگی کا مظاہرہ ہمارے تاریخی فرائض میں ہرگز داخل نہیں۔

جمالیاتی تجربے میں اخلاقی قدروں کا عرفان اور کشف ایک قابل قدر بات ہے لیکن ضروری نہیں کہ یہ اقدار پہلے سے معین ہوں اور یہ عرفان دو اور دو چار کی طرح سریع الفہم بھی ہو۔

"جھلکیاں" میں ہی محمد حسن عسکری کے جدید شاعری پر دو معرکتہ الآراء مضامین۔ وہ جدید شاعری سے ادبی حظ حاصل کرنے کے لئے زمان و مکاں کے نئے تصورات سے تنقیدی ذہن کی واقفیت کو ایک ضروری امر سمجھتے ہیں۔ اضافیت، کوانٹم اور فرائیڈین نظریات نے انسان کی جذباتی زندگی اور روحانی، موفقات کو جس طرح بدلا ہے۔ نئے اخلاقی اور معاشی اصول ادبی نسل کو جس طرح متاثر کر رہے ہیں اس سے مکمل آگاہی کے بغیر جدید شعرا کی ذہنی و فکری ساخت و پرداخت اور جذباتی محرکات کو نئی تنقید کی گرفت میں لانا مشکل ہے۔ ان کے نزدیک میرا جی، راشد اور فیض کے یہاں جدید علم اور جدید نفسیات ایک جذباتی اور تخیلی تجربے میں ڈھل جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک اچھی اور اعلیٰ شاعری کے پس پشت فکریات کا کوئی آفاقی نظام ضرور ہوتا ہے۔ جدید شعراء نے خیال کی جمالیاتی تنظیم کی اہمیت کو جس طرح محسوس کیا ہے اور جس طرح اپنی آزاد نظموں میں تجسس و تحیر اور جمالیاتی اہتزاز و تسکین کے لئے ہر شعری و فکری جزو کو استعمال کیا ہے اسکی مثال راشد کی زنجیر اور فیض کی تنہائی میں دیکھی جا سکتی ہے۔ جہاں ان منظومات کی جذباتی فضا، ڈرامائی طریق اظہار اور چند برمحل لفظوں کے انتخاب نے وہ کیفیت پیدا کی ہے جو صنائع بدائع اور معانی و بیان کے دفاتر بھی پیدا نہیں کر سکتے۔

محمد حسن عسکری کے نزدیک متعینہ شعری ارکان کی حامل سطور سے کہیں زیادہ آزاد نظم میں روحانی گھٹن اور ذہنی کشمکش کے کرب اور کیفیت کا اظہار بہتر طریقے سے ہو سکتا ہے۔

محمد حسن عسکری کے نزدیک آزاد نظم کی ہیئت ہماری روحانی اور جذباتی کشمکش کے اظہار کے لئے موزوں ترین ہیئت ہے۔ انہوں نے جدید شاعری کو اپنے عہد کے نقادوں کے مروجہ تعصبات سے بالاتر ہو کر دیکھا۔ اور فیض، راشد، میرا جی، فراق، جذبی اور مخمور کی

شاعری سے مثالوں کے ذریعے ان کے رنگ نشاط کی انسانی جہتوں کو اجاگر کیا۔ جدید شعرا کا وصل محض کی سطح سے اٹھ کر احساس رفاقت کی خواہش کرنا اور وصل کی آرزو میں مرنے کی بجائے انسانی دکھ بانٹنے کے لئے جینے کی تمنا کرنا محمد حسن عسکری کیلئے ایک ایسا Appealing Factor ہے جس کی بنا پر انہیں جدید شعرا کی فکری کاوشیں بسا اوقات کلاسیکی شعرا پر بھی بھاری نظر آتی ہیں۔

محمد حسن عسکری نے جدیدیت یا مغربی گمراہیوں کی تاریخ کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں مغرب کی علمی تحریکوں کے اثرات کا جائزہ لیا۔ اس طرح انہوں نے مشرقی اذہان پر اثر انداز ہونے والے نظریات، عقائد اور واقعات کا تجزیہ کیا اور یورپ کے ذہنی انحطاط پر اثر انداز ہونے والے عوامل کا جائزہ لیا۔ اور اسلام کی فکری تاریخ میں ان عوامل کی بدولت جو طرح طرح کے شکوک، بدعتیں، اور شبہات بلکہ گمراہیاں پیدا ہوئیں، ان کی نشاندہی کی۔ یورپ کا ذہن انکے نزدیک پچھلے چھ سو سال میں اتنا مسخ ہو چکا ہے کہ سچائی کو سمجھنے کی صلاحیت سے بھی عاری ہو چکا ہے۔ انہوں نے جدیدیت کے اساسی مفروضات کی تہہ تک پہنچنے کی مساعی کی اور یونانی دور، رومی دور، ازمنہ وسطیٰ، عیسوی دور، نشاۃ ثانیہ، جدیدیت کا آغاز، عقلیت پرستی کا دور، انقلاب فرانس، انیسویں صدی، بیسویں صدی، کے مروجہ اقدار و تصورات سے جس طرح انسانی ذہن متاثر ہوا اور صنعتی انقلاب سے جس طرح فلسفہ مادیت نے فروغ پایا اور جس طرح نظریہ سازوں نے عقائد و نظریات کے نئے بت تراشے اور مذہب کی آڑ میں فلسفہ گری اور فلسفہ سازی کی وہ مادی عقائد کی صنعت کو فروغ دینے کا ہی شاخسانہ تھیں۔ جن کی وجہ سے ہماری معاشرتی صورت حال میں بھی بے یقینی لامرکزیت، رشتوں اور اقدار کا باہمی مقاطعہ سامنے آیا، اور عہد حاضر میں آزاد خیالی، تشکیک، افادیت، یورپی فکری رویوں کے زیر اثر ہمارے ادب اور ہماری زندگیوں میں درانہ چلے آئے۔

محمد حسن عسکری نے اپنی تنقیدی فکر میں انہیں مسائل کا تجزیہ کیا انہوں نے اُردو تنقید کو نئی اقدار اور نئے آفاق کی بشارت دی اور اُردو تنقید میں رینے گینوں، ابنِ عربی، ژاں پال سارتر، فلا بیئر، مارسل پروست، اونا مونو، جیمز جوائس، ڈی ایچ لارنس، ایزرا پاؤنڈ، کنفیوشس، ڈبلیو بی ییٹس کی فکر کو بخوبی متعارف کروایا۔ اور مغربی اور مشرقی فکر کے درمیان حائل غیر ضروری خلیج کو ختم کیا اور عام تعصبات کو بالائے طاق رکھ کر آزادنہ علمی و ثقافتی لین دین کی بنا رکھی اور ادب کو ملکی و قومی روایات کے تنگ اور محدود پس منظر میں دیکھنے کی بجائے حیات و کائنات کے کلی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔ اور اردو تنقید کی روایت اور امکانات میں ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہت قسم کی وسعت پیدا کی۔

حوالہ جات وحواشی

۱. انتظار حسین، (فلیپ) مجموعہ محمد حسن عسکری، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

۲. محمد حسن عسکری، انسان اور آدمی، از مجموعہ محمد حسن عسکری، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء صفحہ ۴۸۔

۳. محمد حسن عسکری، (مقالہ) فن برائے فن، از مجموعہ محمد حسن عسکری، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء ۶۷۔

۴. محمد حسن عسکری، (مقالہ) ادب اور مارکسیت، از مجموعہ محمد حسن عسکری، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء، صفحہ ۴۰۱۔

۵. محمد حسن عسکری، (مقالہ) میر اور نئی غزل، از مجموعہ محمد حسن عسکری، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء صفحہ ۸۵۱۔

۶. محمد حسن عسکری، مزید ار شاعر، از مجموعہ محمد حسن عسکری، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء صفحہ ۳۸۲۔۳۸۳

۷. محمد حسن عسکری، (مقالہ) استعارے کا خوف، از مجموعہ محمد حسن عسکری، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء صفحہ ۱۹۹۔۲۰۰۔

8. Ronald Tamplin. A Preface to T.S. Eliot, London, Longman, 1989, p-104.

۹. محمد حسن عسکری، (مقالہ) اردو ادب کی روایت کیا ہے، از مجموعہ محمد حسن عسکری، لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۰ء صفحہ ۹۴۶۔

۱۰. محمد حسن عسکری، (مقالہ) ابنِ عربی اور کیر کے گور، از مجموعہ محمد حسن عسکری، لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء صفحہ ۳۹۵۔